OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

میر چاکر خان رِند کا سیاسی و جنگی کردار: ایک جائزہ

Political and Military Role of *Mir Chakar Khan Rind*: An Overview

Dr. Zahid Hussain Dashti

Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta

Abdul Raziq

Lecturer, Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad

Durdana

Assistant Professor, (History) Govt. Girls Degree College, Satellite Town, Quetta

Abstract

This research article provides an overview of the political and military role of Mir Chakar Khan Rand, a prominent figure in the history of South Asia. Mir Chakar Khan Rind was a political leader and warrior who emerged during the 14th century in Baluchistan, which is now part of Pakistan, Iran, and Afghanistan. This research article highlights important aspects of his political and military career, highlighting his strategic decisions, alliances, and contributions to the history of the region.

Mir Chakar Khan Rind's political journey was characterized by his ambition to establish an independent tribal confederacy in the face of external threats and internal rivalries. He skillfully navigated the complex political landscape of the time, forging alliances with various tribes and clans to consolidate his power. Through his astute leadership and diplomacy, he managed to unite several Baloch tribes under his banner and challenge the authority of rival feudal lords.

In addition to his political endeavors, Mir Chakar Khan Rind was a

CC BY

formidable military commander. He led his forces with courage and tactical brilliance, successfully defending his territories against invasions from rival factions, regional powers, and imperial forces. This research article concludes by underscoring the legacy of Mir Chakar Khan Rind, whose political and military prowess left an indelible mark on the region's history. His achievements continue to inspire subsequent generations, serving as a reminder of the enduring power of leadership, resilience, and determination in the face of adversity.

Keywords: Mir Chakar Khan Rind, Political role, Military role, 14th century, Tribal confederacy, Strategic decisions, Alliances, Complex political landscape, Leadership, Invasions, Legacy, Resilience, Strategic maneuvering

تمہید

بلوچ تاریخ کی ممتاز شخصیت میر چاکر خان رند کا سیاسی اور جنگی میدان میں منفرد کردار ہے۔ وہ ایک سیاسی رہنما اور جنگجو تھے جو 14ویں صدی کے دوران بلوچستان میں ایک ممتاز سیاسی اور جنگی کیریئر، تزویراتی فیصلوں، اتحادوں اور خطے کی تاریخ میں شراکت کے ساتھ ابھرے۔ میر چاکر خان رند کا سیاسی سفر بیرونی خطرات اور اندرونی دشمنوں کے پیش نظر ایک آزاد قبائلی کنفیڈریسی قائم کرنے کے عزائم سے عبارت تھا۔ اس نے اپنی طاقت کو مستحکم کرنے کے لیے مختلف اقوام اور قبیلوں کے ساتھ اتحاد قائم کرتے ہوئے اس وقت کے پیچیدہ سیاسی منظر نامے پر مہارت سے تشریف لے گئے۔ اپنی ذہین قیادت اور سفارت کاری کے ذریعے، وہ کئی بلوچ قبائل کو اپنے جھنڈے تلے متحد کرنے اور حریف جاگیرداروں کے اقتدار کو چیلنج کرنے میں کامیاب رہے۔ اپنی سیاسی کوششوں کے علاوہ، میر چاکر خان رند ایک مضبوط جنگجو تھے۔ اس نے بہادری اور حکمت عملی کے ساتھ اپنی افواج کی قیادت کی، حریف دھڑوں، علاقائی طاقتوں اور سامراجی قوتوں کے حملوں کے خلاف کامیابی سے اپنے علاقوں کا دفاع کیا یہ تحقیقی مضمون میر چاکر خان رند کی میراث پر بھی روشنی ڈالتا ہے، جن کی سیاسی اور عسکری صلاحیتوں نے خطے کی تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ ان کی حکمت عملی اور کامیابیاں آنے والی نسلوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں، جو قیادت کی پائیدار طاقت، مشکلات کے وقت میں لچک اور عزم کی یاددہانی کے طور پر کام کرتی ہیں۔

میر چاکر خان رِند کی سیاسی و جنگی کردار

رند اور لاشار بلوچ قبائل ایرانی بلوچستان سے ہجرت کر کے مکران میں آباد ہوئے۔ بلوچ کے یہ قبائل مکران میں کئی صدیوں سے آباد تھے۔ مکران میں میر چاکر رند کی پیدائش کے بعد یہ قبائل قلات کی طرف ہجرت کر گئے۔ قلات آنے کے بعد میر چاکر خان رند نے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ میر چاکر خان رند نے اپنی دانشمندی اور جرأت سے سبی کو فتح کر کے بلوچوں کو مرکز اور اتحاد

عطا کیا اور سبی کو تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنایا۔ رند اور لاشار قبائل بلوچ اتحاد کے دو مضبوط ستون تھے اور سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا کہ رند و لاشار قبائل کی ناعاقبت اندیشی اور مختلف وجوہات کی بناء پر ان کے درمیان ایک طویل اور خونریز خانہ جنگی کا آغاز ہوا جس کی تپش میں دونوں قبائلی گروہ (رند و لاشار) تیس سالوں تک جلتے رہے۔ اس جنگ میں رند قبیلے کا سردار میر چاکر خان رند اور لاشار قبیلے کا سردار میر گوہرام لاشاری تھے۔ اس خانہ جنگی میں سیاسی اور معاشی مفادات، حصول اقتدار کھڑ دوڑ میں ناانصافی، پڑوسی ملک کی سازشیں اور گوہر جتنی کو اونٹنیوں سمیت کو پناہ دینے کی وجوہات شامل تھی۔ باہمی تنازعات کی وجہ سے رند پنجاب کے زرخیز میدانوں کی طرف، جبکہ لاشاری سندھ اور ہند کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ ان خانہ جنگی کی وجہ سے بلوچستان میں میر چاکر رند کی حکومت ختم ہوئی اور بلوچوں کا عظیم اتحاد تقسیم ہو گیا۔

مورخ میر چاکر رند کی ملتان آمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اسی دور میں یعنی محمود شاہ لنگاہ (1498ء تا 1525ء) کے دور میں سبی بلوچستان سے ایک اور عظیم شخص ملتان آیا، یہ شخص میر چاکر تھا جو سبی سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ایک عظیم بلوچی (بلوچ) رہنما تھے جنہوں نے بلوچ حکومت کی بنیاد ڈالی اور بلوچ قبائل کو متحد کیا۔ اس اتحاد کے لیے اس نے کئی جنگیں لڑیں۔ بلوچی شعری ادب ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ میر چاکر خان رند کی بلوچ اتحاد کے لئے جدوجہد کے نتیجے میں لاشاری اور رند قبائل میں تیس سال تک خانہ جنگی جاری رہی تھی۔ اس دوران تقریباً پچیس لڑائیاں لڑی گئیں۔ لاشاریوں کی قیادت میر گوہرام لاشاری کے ہاتھ میں تھی۔ ان لڑائیوں میں رِند کو دس بار اور لاشاری کو پندرہ بار شکست ہوئی۔ ان جنگوں کے بعد میر چاکر رند کو بلوچستان کی لہولہان سرزمین سے نفرت ہو گئی اور وہ اپنی فوج کے ساتھ پنجاب میں ایک نیا وطن آباد کرنے کے لئے پنجاب آیا[1]

لنگاہ خاندان کا دور حکومت

لنگاہوں نے تقریباً 80 سال تک ملتان پر حکومت کی۔ لنگاہوں کے بارے میں "تاریخ و تمدن ملتان" کے مصنف لکھتے ہیں کہ بلوچستان کے قصبے سیوی (موجودہ سبی) میں ایک افغان قبیلہ لنگاہ کا غلبہ تھا۔ ان لنگاہوں کا سردار رائے سہرہ نامی شخص تھا جو انتہائی چالاک اور ہوشیار تھا۔[2]

ڈاکٹر شاہ محمد مری سبی میں ان کی حکومت کا ذکر نہیں کرتے لیکن ان کی موجودگی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب بلوچوں نے انہیں سبی سے پیچھے دھکیل دیا تو وہ سندھ کی طرف چلے گئے اور وہ اس واقعہ کو نویں صدی عیسوی کا بتاتے ہیں۔[3] جب رائے سہرا ملتان آیا تو اس وقت ملتان کے حکمران شیخ یوسف قریشی تھے۔ رائے سہرا نے خوشحال صوبے ملتان میں ایک آزاد ریاست کا قیام دیکھا تو ان کے منہ میں پانی آ گیا اور انہوں نے اس ریاست سے کسی بھی قیمت پر سیاسی مفاد حاصل کرنے کی ٹھانی۔ اس کے لیے انہوں نے شیخ قریشی کو اپنی اطاعت کا یقین دلانے کے لئے پیغام بھیجا کہ میرا خاندان آپ کے سلسلہ تصوف کا موروثی طور پر عقیدت مند ہے۔ یہ وہ دور تھا جب دہلی میں بہلول لودھی کی حکومت انتشار کا شکار تھی۔ رائے سہرا نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ یوسف قریشی (ملتان کے حکمران) سے کروائی اور وفاداری کا یقین دلایا اور اس کی محل میں آنے اور جانے کی راہ ہموار کی۔ مؤرخ کے مطابق رائے سہرا نے 1454 میں شیخ یوسف قریشی کو ہٹا کر خود ملتان کے تخت و تاج کا مالک بنا اور سلطان قطب الدین کا لقب اختیار کیا۔[4]

معزول حکمران شیخ محمد یوسف قریشی کے اصرار پر سلطان بہلول لودھی نے اپنے بیٹے باربک شاہ کو ملتان کی مہم پر روانہ کیا اور تاتار خان لودھی کو پنجاب کی فوج کے ساتھ اس کی مدد کرنے کی ہدایت کی۔ سلطان حسین لنگاہ نے باربک شاہ کی فوج کے سامنے

ڈٹ گیا۔ اس مہم میں دلی کی فوج ملتان پر قبضہ کرنے کے بجائے اپنا وقار کھو بیٹھی اور لاکھوں روپے مالیت کا سامان چھوڑ گیا۔ سلطان حسین لنگاہ نے اپنی عسکری طاقت بڑھانے اور دہلی سلطنت کے حملوں سے بچنے کے لیے کوہ سلیمان کے بلوچوں اور رمکران کے ہوت بلوچوں کی مدد لی۔ سلطان نے اپنے پرانے دوستوں ملک سہراب خان دودائی اور جام اسماعیل ہوت کو ملتان آنے کی دعوت دی۔ یہ لوگ مکران سے ہزاروں جانباز بلوچ نوجوانوں کو جلو میں لئے ملتان پہنچے۔[5]

مذکورہ ہوت خاندان مکران کے خاندان سے ہے جو رندوں کی آمد سے قبل مکران میں حکومت کر رہا تھا۔ مختلف قوموں نے ان بلوچوں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا ہے۔

مندرجہ بالا مورخ نے 1502 میں میر چاکر خان رند کی ملتان آمد کا ذکر کیا ہے کہ سلطان حسین خان لنگاہ کی وفات کے بعد جنرل خان اعظم میر چاکر رند بھاری فوج کے ساتھ پہنچے۔[6] اقبال احمد کے مطابق، میر چاکر خان رند کا بلوچ اتحاد پندرہویں صدی عیسوی میں ملتان میں قائم تھی، وہ لکھتے ہیں:

> In the 15th Century Mir Chakar Khan Rind established Baloch confederacy which stretched from Multan through, Marri, Bugti territory to Kharan and from the Suleiman mountains in the north to Mekran coast.[7]

پندرہویں صدی عیسوی میں ملتان، پنجاب اور کوہ سلیمان میں بلوچوں کی ایک بڑی آبادی تھی جس کی وجہ سے میر چاکر خان رند کے ان علاقوں میں دورے شروع ہوئے ہوں گے۔ میر چاکر خان رند ایک بہادر، جنگجو فاتح اور حکمران تھے۔ وہ ایک سچا مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ علماء اور صوفیاء کے قدردان تھے۔ پنجاب گئے تو سب سے پہلے اچ میں داخل ہوئے اور راس نے بخاری اور گیلانی سادات بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور مخدوم سید عبد القادر (ثانی) سے ملاقات کی۔ ان دنوں اچ پر جام ابراہیم کی حکومت تھی۔[8]

مورخ لکھتے ہیں کہ میر چاکر خان رند جام بایزید اور راج ابراہیم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ جہاں تک میر چاکر خان رند کے جام بایزید اور جام ابراہیم سے قریبی تعلقات کی بات ہے تو یہ بے بنیاد ہے۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ دونوں جام نندہ حکمران سندھ کے خاندان سے تھے۔ معاصر رحیمی کے مطابق جام بایزید نے اپنے دور حکومت میں میر چاکر کو ملتان آنے کی دعوت دی۔ میر چاکر خان رند اپنے گردوپیش کے حالات سے پریشان تھے۔ اس کی دعوت کو غنیمت سمجھ کر اس نے اپنے دو بیٹوں میر شہداد اور میر اللہ داد کے ساتھ بایزید سے ملاقات کی۔ اس نے میر چاکر خان کو اپنا معتمد دوست بنا کر عزت بخشی اور اسے اور اس کے بیٹوں کو اپنی ذاتی جاگیر سے کافی مقدار میں زمین دی جو راوی سے دیالپور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسی طرح جام ابراہیم نے بھی میر چاکر رند کو اچ اور ملتان کے درمیان ایک معقول زمین کی پیشکش کی۔ یہ علاقہ دریائے چناب اور ستلج کے درمیان واقع تھا۔ یہ علاقہ بہت زرخیز اور دریا کے کنارے واقع تھا۔

ملتان کی ''تاریخ، تہذیب و ثقافت'' کے مصنف کے مطابق خان اعظم نے اس اراضی پر اپنے نام پر ایک قلعہ تعمیر کروایا جو آج بھی جلال پور پیر والا اور لودھراں روڈ پر سر اٹھائے موجود ہے۔[9]

اسی طرح اس نے اپنے نصف قبائل کو کوٹ چاکر اور آدھے قبائل کو ستگھرا میں آباد کیا۔ جہاں تک جام ابراہیم اور جام بایزید کی

طرف سے میر چاکر خان کو جاگیر دینے اور انہیں ملتان آنے کی دعوت دینے کی بات ہے، اس کے پیچھے کچھ وجوہات تھیں کیونکہ جام ابراہیم اور جام بایزید سندھ کے حکمران نظام الدین کے قریبی دوست تھے جنہیں جام نندا کہا جاتا تھا۔ جام نندا سے تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے یہ دونوں ملتان میں لنگاہ خاندان کے دربار میں حاضر ہوئے۔ یہاں دونوں بڑی جائیدادوں کے مالک بن گئے، پھر لنگاہ خاندان کے ساتھ تعلقات میں تلخی آگئی جس کی وجہ سے انہوں نے میر چاکر خان رند کی طرف نظریں موڑ لیں۔ کیونکہ انہیں ایک بہادر اور جنگجو کمانڈر کی ضرورت تھی جو انہیں میر چاکر خان رند کی صورت میں ملا۔

جام برادران کی داد ودہش مصلحت سے خالی نہیں تھی۔ جام ابراہیم نے میر چاکر کو اپنے اور لنگاہوں کے درمیان اراضی دے کر ایک قسم کی سد سکندر (دیوار) کھڑی کر دی تھی اور ملتان کی طرف سے بے خوف ہو گیا تھا۔ جام بایزید پر لودھی حکومت (دہلی کے سلطان) کا خون مسلط تھا اور پھر بابر مغل بھی عقاب کی طرح وادی پنجاب پر منڈلا رہا تھا۔ اس نے بھی اپنے اور لاہور کے درمیان میر چاکر خان کو حائل کر کے گویا اپنے گرد ایک مضبوط حصار کھڑا کر لیا۔[10]

میر چاکر خان رند اپنی فوج کو اسی جام کے پاس چھوڑ کر خود اپنے دونوں بیٹوں میر شہداد اور میر اللہ داد کے ساتھ ملتان چلا گیا۔ اس وقت ملتان میں محمود لنگاہ کی حکومت تھی۔ میر چاکر خان رند نے والیِ ملتان پیشکش کی کہ اگر انہیں سپہ سالار کے عہدے پر فائز کیا جائے تو وہ ریاست ملتان کو دہلی تک پھیلا دیں گے۔ لیکن سلطان محمود کا وزیر ملک سہراب جسے اپنا مستقبل مخدوش ہوتا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ اس نے سلطان کو میر چاکر کی خون آسامی سے ڈرایا اور کہا کہ جو اپنے بھائیوں سے تیس سال تک جنگ کر سکتا ہے اور اپنے ہی لوگوں کو مار سکتا ہے وہ کب ہمارا وفادار ہو گا؟ اس پر سلطان نے میر چاکر خان کو مشورہ دیا کہ وہ خود دہلی پر حملہ کر کے قسمت آزمائی کرے۔

میر چاکر رند مضبوط عزائم کے مالک تھے۔ اس کی خواہش دہلی کی عظیم سلطنت حاصل کرنے کی تھی۔ اسماعیل خان اور فتح خان کے والد ملک سہراب بلوچ اپنے لوگوں روہید (اصل میں ہوت) کے ساتھ کچ (کیچ) اور مکران کے نواح سے حسین شاہ لنگاہ کے پاس آئے۔ حسین لنگاہ نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور اسے قلعہ کوٹ کروڑ سے قلعہ سے دھنکوٹ تک کا پورا علاقہ جاگیر کے طور پر دے دیا۔ اس کے بعد بہت سے بلوچی (بلوچ) ملتان آئے اور اس طرح حسین لنگاہ کی فوج میں بہت اضافہ ہوا۔ اس نے دریائے سندھ کے کنارے باقی ماندہ علاقہ بھی بلوچیوں (بلوچوں) کو جاگیر کے طور پر دے دیا۔ اس طرح ست پور سے دھنکوٹ تک کا علاقہ آہستہ آہستہ بلوچوں کے قبضے میں آگیا۔[11]

ستگھرہ

میر چاکر رند نے جدید اراضیات پر قبضہ کرنے کے بعد ان کو آباد کرنا اور اپنے بیٹوں اور عزیزوں کے لیے محلات اور محلات تعمیر کرنا شروع کر دیے۔ کیونکہ وہ کوئی حملہ آور نہیں تھا جو منگولوں اور امیر تیمور کی طرح حملہ اور لوٹ مار کر کے چلا جاتا، بلکہ وہ اپنے لوگوں کے لیے ایک زرخیز زمین حاصل کرنے اور اسے اپنی آل اولاد کا وطن بنانے آیا تھا اور ان کی خواہش دہلی سلطنت حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے اوکاڑہ کے قریب جدید شہر ستگھرا کی بنیاد رکھی۔ اس نے شاندار محلات بنوائے اور ان کے گرد ایک مضبوط فصیل کھڑی کر کے ایک ایسا قلعہ تعمیر کروایا جو لاہور کے شاہی قلعے سے چشم زنی کرتا تھا۔

ستگھرہ میر چاکر خان رند کا خاص صدر مقام تھا جو سات قلعوں کا مرکز تھا اور لاہور سے 65 میل جنوب مغرب میں واقع تھا۔ تقریباً وسط قدیم بیاس ندی کے جنوبی کنارے پر تھا۔[12]

میر چاکر رند کو تعمیرات اور قلعے بنانے کا بہت شوق تھا۔ جب ان کی حکومت بلوچستان میں تھی تو اس نے سبی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کروایا جو آج بھی موجود ہے جو کہ بلوچی فن تعمیر کا ایک اہم شاہکار ہے۔ بلوچستان چھوڑنے کے بعد میر چاکر رند کا مستقل ٹھکانہ ستگھرہ (ضلع ساہیوال) پنجاب میں رہا۔[13]

اگرچہ میر چاکر خان رند اور اس کے بیٹے اپنے نئے وطن کو سنوارنے میں مصروف تھے لیکن وہ ملتان اور دہلی کے حالات سے باخبر تھے۔ ست گھرا لاہور اور ملتان کے درمیان واقع ہے۔ ملتان سے لاہور جانے والے تمام قافلے یہاں سے گزرتے تھے۔ دہلی کو ملتان سے ملانے والی سڑک اس کے پاس سے گزرتی تھی۔ اس طرح ہر روز اسے نہ صرف ملتان بلکہ بلوچستان کے بھی حالات کا علم ہوا۔ میر چاکر خان رند نے اپنی تدبر اور دانشمندی سے پنجاب کے لوگوں کے دل جیت لیے اور علاقے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے، ان کے دور میں پوری ریاست ستگھرہ امن و سلامتی کا گہوارہ تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں کے ساتھ انصاف کیا گیا۔ میر چاکر خان رند ایک مصنف مزاج حکمران تھے۔ ان کے دور میں ستگھرہ میں تعمیرات ہوئیں۔ ستگھرہ کے گردونواح میں بلوچ روسا کے باغات تھے۔

ایک روایت کے مطابق مورخین بتاتے ہیں کہ ہمایوں نے 1556ء میں شیر شاہ سوری کے جانشین سے دہلی کی سلطنت واپس لینے کے لئے جو جنگ کی تھی ہمایوں نے فتح یاب ہو کر ستگھرہ کا علاقہ میر چاکر خان رند کو بطور جاگیر انعام میں دے دیا۔ اس تحقیق کے مطابق اور جس طرح مورخ لکھتا ہے کہ میر چاکر رند 1540ء میں یہاں خوشحال اور بااختیار زندگی بسر کر رہا تھا۔[14]

ایک روایت کے مطابق مورخین بتاتے ہیں کہ ہمایوں نے 1556 میں شیر شاہ سوری کے جانشین سے دہلی کی سلطنت واپس لینے کے لیے جنگ جیتی۔ اس تحقیق کے مطابق اور جیسا کہ مورخ لکھتا ہے کہ میر چاکر رند 1540 میں یہاں پر خوشحال اور خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔

ہمایوں کی جلاوطنی کے وقت چاکر رند ستگھرہ اور ملتان کا حکمران تھا، اس نے یہ علاقے اپنی قابلیت اور لیاقت سے حاصل کیے تھے۔ ہمایوں کے دہلی پر دوبارہ قبضہ کرنے سے کئی سال پہلے، میر چاکر رند ستگھرہ کی جاگیر کا ملک بن چکا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ستگھرہ کی جاگیر ہمایوں نے نہیں دی تھی بلکہ میر چاکر خان رند نے خود اسے حاصل کر کے بلوچوں کو ستگھرہ میں آباد کیا۔ میر چاکر خان رند کا مقبرہ بھی ستگھرہ میں موجود ہے جو کہ پنجاب کے علاقے میں بلوچ حکومت کی پہچان ہے۔

ستگھرہ میں بلوچی (بلوچ) شان و شوکت کی یاد صرف مٹی اور اینٹوں کے ڈھیر رہ گئے ہیں، ستگھرہ کا یہ بلوچی (بلوچ) علاقہ 1745ء تک آباد رہا۔[15]

اس علاقے کی وجہ شہرت بلوچ سردار میر چاکر خان رند کا قلعہ اور مقبرہ ہے۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے سیاحوں کے علاوہ بلوچ رہنما اکثر وہاں جاتے رہتے ہیں۔ ان کا مقبرہ بلوچوں کی زیارت گاہ ہے۔ وہ لوگ اس کو اپنی قوم کا قابل توقیر پیر مانتے ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں۔[16]

شیر شاہ سوری کا دور حکومت:

شیر شاہ سوری جس کا اصل نام فرید خان تھا، جس نے دہلی پر پانچ سال حکومت تک کی وہ ایک غیر معمولی آدمی تھا، ایک معمولی جاگیر دار کے عہدے سے اٹھ کر اپنی قابلیت کے بل بوتے پر ہندوستان کا بادشاہ بنا۔[17]

اس نے شہنشاہ ہمایوں کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کی جو مغل شہنشاہ بابر کے بیٹے تھے۔ ظہیر الدین بابر کا انتقال 26 دسمبر

1530 کو ہوا۔ ملتان میں بلوچوں کی بالادستی بابر کو کھٹکتی رہی، لیکن وقت نے اسے اس طرف رخ کرنے کا موقع نہ دیا۔ ظہیر الدین بابر کے بعد جب ہمایوں 1530ء میں تخت نشین ہوا تو اس کی سہل نگاری کی وجہ سے فرید خان سوری نے صوبہ بہار میں طاقت پکڑنا شروع کیا۔ اس نے بہار میں خود مختاری کا اعلان کرنے کے بعد بنگال پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس دور میں مختلف علاقوں میں بلوچوں کی بڑی جاگیریں قائم ہو چکی تھیں۔ میر چاکر رند کا بیٹا میر میران ملتان میں حکمران تھا۔

شیخ نوید اسلم کے مطابق، شیر شاہ سوری نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں بلوچوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کیے، وہ بلوچوں کی مدد سے پورے ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ اس نے میر چاکر خان رند سے مدد کی درخواست کی لیکن اس نے شیر شاہ سوری کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔[18]

میر چاکر خان رند نے ہمایوں سے وعدہ کیا کہ وہ ہندوستان میں ہمایوں کی حکومت دوبارہ قائم کرے گا۔ بلوچ قوم اپنے وعدے کی پاسداری کرتی ہے تو میر چاکر خان رند نے بھی کیا تھا۔ میر چاکر خان رند کے انکار کے باوجود شیر شاہ سوری نے بلوچوں کے خلاف جنگ نہیں کی۔ چونکہ سوری سلطنت اپنے ابتدائی ایام میں بلوچ بہادروں کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی، اس لیے 1541 میں شیر شاہ سوری بلوچوں کے ساتھ سختی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اور اگر اس موقع پر وہ بلوچوں کے ساتھ سختی کا مظاہرہ کرتا، ان کی جائیدادیں ضبط کر لیتا اور بلوچوں کے مفادات پر قبضہ کر تا تو ممکن تھا کہ تمام بلوچ اس کے خلاف وفاق بنانے پر متفق ہو جاتے۔[19]

اس دور میں بلوچ بہت طاقتور تھے۔ سوری سلطنت جو دہلی کے حکمران تھے، بلوچوں سے خوف زدہ تھے۔ میر چاکر خان رند دہلی کا تخت حاصل کرنا چاہتا تھا اور دہلی پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا، اس لیے جو منصوبہ اس نے سبی چھوڑا تھا یا جس توقع سے اس نے ملتان کو فتح کر کے اپنی حکومت کا اعلان کیا تھا، یہ سارے خواب اور یہ سارے منصوبے اکارت ہوتے نظر آئے۔ کیونکہ میر ہیبتان نامی بلوچ سردار نے ڈیرہ غازی خان کے علاقے میں چھیڑ چھاڑ شروع کر دیا۔ میر چاکر خان نے اپنے بیٹے میر شہک اور میر باطل خان کو اس سے لڑنے کے لیے بھیجا، لیکن وہ دونوں اس جنگ میں مارے گئے۔

انہی دنوں میں میر چاکر پنجاب میں پیش قدمی کر کے دیپالپور تک پہنچ گیا۔ اس سانحہ کی خبر سن کر اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ لینے کے لئے میر ہیبتان کی لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن دشمن بھی پوری تیاری میں تھا، اس لیے گھمسان کی لڑائی کے باوجود کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس پر میر چاکر خان رند نے ایک چال چلی اور اپنے لشکر کو پسپائی کا حکم دے دیا۔[20]

کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں میر ہیبتان مارا گیا اور میر چاکر خان رند نے جنگ جیتی۔ اس جنگ کے بعد میر چاکر رند نے دوبارہ دہلی کی طرف بڑھنا چاہا لیکن اب میر بجار نے دیرہ جاٹ پر حملہ کر دیا اور میر چاکر خان رند کو اس سے لڑنا پڑا۔ اس کے بعد میر چاکر رند نے دہلی فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ دوسری قوموں سے جنگ کرنا آسان ہے جبکہ اس کے بلوچ بھائی میر ہیبتان اور میر بجار کے حملوں نے میر چاکر رند کو بہت کمزور کر دیا تھا۔

پنجاب کے علاقوں میں بلوچوں کی جب آپس میں جنگیں شروع ہوئی تو سوری حکومت نے موقع سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ۔ انہوں نے اپنے ایک تجربہ کار جرنیل خواص خان کو بلوچوں پر حملہ کرنے کے لیے مقرر کیا۔ وہ بڑے لاؤلشکر سے بلوچوں پر حملہ آور ہوا لیکن میر چاکر خان رند نے اسے جانے نہیں دیا اور اسے مارا پیٹا اور بھگا دیا، اس طرح بلوچوں نے اسے شکست دی اور

وہ ناکام واپس لوٹ گئے۔

شیر شاہ سوری بذات خود ایک بصیرت رکھنے والے آدمی ہونے کے ناطے سمجھ گئے تھے کہ بلوچ حملوں کو روکنا کوئی چھوٹا کام نہیں ہے۔ انہوں نے فوری طور پر سابقہ حاکم کو بلا کر اپنے ایک تجربہ کار جرنیل ہیبت خان نیازی کو لاہور کا حاکم مقرر کیا۔ بادشاہ کو ہیبت خان نیازی کی بہادری اور شجاعت پر پورا بھروسہ تھا۔ شیر شاہ سوری نے اسے ملتان کے علاقے کو بلوچوں سے پاک کرنے اور امن وامان قائم کرنے کی ہدایات دیں۔ ہیبت خان پنجاب میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے فتح خان جٹ پر حملہ آور ہوا۔

شیر شاہ سوری نے اپنے سالار ہیبت خان نیازی کو حکم دیا کہ فتح خان جٹ جو اس وقت قبولہ میں ہے (جس نے مغلوں کے عہد میں پانی پت تک لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اس علاقہ کو ویران کر دیا تھا) اس کی سرکوبی کرے اور ملتان جسے بلوچوں نے برباد کر دیا ہے آباد کر لے۔

ملتان پہنچ کر ہیبت خان میر چاکر خان رند کے وکیل کو (جو اس وقت ستگھرہ کا حاکم تھا) کہا کہ جا کر میر چاکر خان رند سے کہو کہ میں اس جانب محلہ پر قبضہ کرنے کے لئے آرہا ہوں اس سلسلہ میں میر چاکر خان اپنا لشکر مدد کے لئے تیار رکھے۔[21]

اس بیان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جنوبی پنجاب کے علاقوں میں میر چاکر خان رند کا اثر و رسوخ کتنا زیادہ تھا۔ میر چاکر خان کے پاس مضبوط فوج موجود تھی۔ ”Balochistan its strategic importance“ کے مصنف میر چاکر رند کی فوج اور افرادی قوت کے بارے میں رقمطراز ہیں؛

> Mir Chakar moved to the Punjab with a well-equipped Baloch army of forty thousand. It was a mass movement with about four to five hundred thousand persons, including camp followers and non-Baloch and their families.[22]

شیر شاہ سوری بہت چالاک اور ہوشیار حکمران تھا، وہ ایک طرف بلوچوں کی مضبوط فوجی طاقت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا تو دوسری طرف میر چاکر خان رند کے بیٹے کا ملتان میں حکومت کا خاتمہ چاہتا تھا۔ جب میر چاکر خان رند کا وکیل ستگھرہ پہنچا اور ہیبت خان نیازی کا پیغام میر چاکر خان رند کو دیا۔ میر چاکر نے اس وقت ہیبت خان نیازی کو روایتی سلام پیش نہیں کیا تھا۔ اگلے ہی دن خبر آئی کہ ہیبت خان خود وہاں سے 12 میل کے فاصلے پر پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر سن کر میر چاکر بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ اب کیا ہو گا، میں نے ابھی تک نہ فوج تیار نہیں کی ہے نہ ہی نذرانے اور تحائف کا بندوبست کیا ہے۔ دوسرے روز علی الصبح میر چاکر خان رند کے آدمی خبر لائے کہ ہیبت خان نیازی بس پہنچنے ہی والا ہے تو میر چاکر خان رند ان سے ملنے نکلے، وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے اور بہت پریشان تھے۔ میر چاکر کو دیکھ کر ہیبت خان نیازی نے کہا کہ میں دیپالپور پر حملہ کرنے جارہا ہوں ایسا نہ ہو کہ فتح خان وہاں سے بھاگ جائیں۔[23]

میر چاکر رند نے ہیبت خان نیازی کی کوئی مدد نہیں کی، جبکہ اس کا صحیح طریقے سے استقبال کرنا بلوچ روایات کا حصہ ہے، اگر دشمن گھر آئے تو اسے عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے۔ اب ہیبت خان نیازی نے ملتان پر حملہ کرنے کا پورا ارادہ کیا، اس وقت ملتان کا حکمران میر چاکر خان رند کا بیس سالہ بہادر بیٹا میراں بلوچ تھا۔

فریدی لکھتے ہیں کہ میراں بلوچ اور ہیبت خان کے درمیان ہڑپہ کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی۔ ہیبت خان کو شکست ہوئی اور

میر ان شاہ بلوچ فتح و نصرت کے ساتھ ملتان پہنچے اور اپنے والد کے قدم بوس ہوئے۔[24]
میر اں بلوچ کامیاب رہا، لیکن میر چاکر خان رند کی بصیرت نے اس صورت حال کو بھانپ لیا تھا کہ ہیبت خان اور سوری حکمرانوں کو روکنا ممکن نہیں، اس لیے وہ روجھان چلا گیا۔ اس نے ڈیرہ غازی خان کے بلوچوں کو سوری حکومت کے خلاف متحد کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ ان بلوچوں نے شیر شاہ سوری کی اطاعت قبول کر لی تھی جس کی وجہ سے میر چاکر خان رند کا برصغیر میں مستحکم بلوچ حکومت کے قیام کا خواب چکنا چور ہو گیا۔
میر اں خان ملتان میں دفاعی انتظامات کر رہا تھا کہ ہیبت خان ملتان آ پہنچا۔ اگرچہ میر اں خان کو میر چاکر خان رند نے ملتان کا انتظام کسی مضبوط شخص کے سپرد کرنے اور روجھان جانے کی ہدایت کی تھی لیکن اس نے بزدلوں کی طرح جان بچانے کے لیے بھاگنا پسند نہیں کیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور بجائے ہتھیار ڈالنے کے ڈٹ کر مقابلہ کی ٹھان لی۔ لیکن مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ یہ جنگ لڑنا آسان نہیں تھا، آخر کار میر اں خان زخمی حالت میں گرفتار ہوا اور ہیبت خان نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ ہیبت خان نیازی کی ملتان کی فتح سے شیر شاہ سوری بہت خوش ہوئے اور ہیبت خان کو "اعظم ہمایوں" کے خطاب سے نوازا۔[25]
بلوچ قوم کی فطرت ہے کہ وہ انتقام لیتے ہیں۔ ''تاریخ بلوچستان'' میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اس قوم کا انتقام صدیوں تک ختم نہیں ہوتا۔ میر چاکر خان رند نے بھی ہیبت خان نیازی سے اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لیا۔ مورخ لکھتا ہے کہ جب میر چاکر خان رند کو اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ملی تو اس نے بلوچ سرداروں کو اکٹھا کیا اور ہیبت خان نیازی کا تعاقب شروع کیا۔ انہوں نے شاہی فوج کو سید پور کے میدان میں آ لیا۔ دشمن کی فوج کا سامنا کرتے ہوئے جوش انتقام سے غضب ناک ہو کر انہوں نے اپنی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج یا تو یہ اطراف بلوچ فوج کی لاشوں سے بھرے نظر آئیں گے یا پھر دشمن کی فوج کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ میرے دوستو! آج قربان ہو جاؤ۔
ملتان کا علاقہ شیر شاہ سوری کے دور میں سوری حکومت کے کنٹرول میں آیا۔ شیر شاہ سوری نے ملتان میں موجود بلوچ سرداروں میر چاکر خان رند، ملک سہراب خان دودائی (ہوت) کے بیٹوں اور بخشو بلوچ اور دیگر کی نااتفاقی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس نے حکمت عملی کے ساتھ انہیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا اور بغیر کسی جدوجہد کے ملتان پر قبضہ کر لیا۔[26]
اگر بلوچ میر چاکر خان رند کی قیادت میں متحد ہوتے تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔ ہندوستان میں سوری اور عظیم مغل کی بجائے عظیم بلوچ کا نام ہوتا۔ کیونکہ وہ بہادر، طاقتور، جنگجو اور 40ہزار مضبوط فوج کا مالک تھا۔
1520 میں جب میر چاکر رند ہندوستان (پنجاب) گئے، اس وقت تک دہلی پر لودھی خاندان کی حکومت تھی۔ ابراہیم لودھی ایک نااہل حکمران تھے، ان کی حکومت اس دور میں زوال پذیر تھی۔ جیسا کہ ایشوری پرشاد لکھتے ہیں کہ سولھویں صدی عیسوی کے شروع میں برصغیر پاک و ہند ریاستوں کا جمگھٹا تھا اور حملہ آور کے لیے آسان شکار ثابت ہو سکتا تھا جو اسے فتح کرنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتا تھا۔ 1526 میں، بابر نے پانی پت کی پہلی جنگ میں صرف 12،000 کی فوج کے ساتھ ہندوستان کو فتح کیا اور ایک مضبوط حکومت قائم کی۔

مغل سے روابط اور ہمایوں کی مدد

بابر، جس کا اصل نام ظہیر الدین محمد بابر تھا، ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے بانی ہے کئی بار ہندوستان پر حملہ کرنے کے بعد انہوں نے 1526ء میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان میں مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھ دی۔ اس عرصے کے دوران

پنجاب کے بہت سے علاقوں میں بلوچ بڑی تعداد میں آباد تھے اور پنجاب کے بلوچ جو براہ راست یا بالواسطہ میر چاکر رند یا اس کے بیٹوں کے زیر اثر اور ماتحت تھے۔ بابر بادشاہ اور اس کے بیٹے اور جانشین ہمایوں کے ساتھ بلوچ تعلقات استوار تھے۔

The Balochis of Punjab were under his wing, and all Baloch nobles waited upon his smiles.[27]

1530 میں بابر کی موت کے بعد اس کا جانشین ہمایوں دہلی کا شہنشاہ بنا۔ شیر شاہ سوری نے افغانوں کو متحد کیا اور ہمایوں کے ساتھ جنگ شروع کی۔ دس سال کی لڑائی کے بعد بالآخر ہمایوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگنے پر مجبور ہوا اور شیر شاہ سوری تخت دہلی کا شہنشاہ بن گیا۔ شیر شاہ نے اپنے جنرل خواص خان کو ہمایوں کے تعاقب میں بھیجا، ہمایوں سندھ سے ملتان چلا گیا۔ مؤرخ کے مطابق ہمایوں نے ملتان میں صرف ایک دن قیام کیا۔ اس نے قلعہ میں جو غلہ دستیاب تھا وہ اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ ہمایوں کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ دریا عبور کرنا تھا، لیکن کشتیوں کا کوئی انتظام نہیں تھا، اس لیے ہمایوں بہت پریشان تھا۔ اسی حالت میں خبر پہنچی کہ شیر شاہ سوری کا سپہ سالار خواص خان جو بڑی فوج کے ساتھ ہمایوں کا تعاقب کر رہا ہے۔ جلد ہی ملتان پہنچنے والا ہے۔ ہمایوں نے اپنا قاصد ملتان کے حکمران بخشو بلوچ کے پاس خلعت گھوڑے اور دیگر شاہی ساز و سامان کے ساتھ بھیجا اور اس سے گندم اور کشتیوں کی مدد طلب کی۔ بخشو بلوچ نے اناج سے لدی ایک سو کشتیاں بھیجیں جس سے ہمایوں نے سکون کا سانس لیا۔ اناج کو لشکروں میں تقسیم کیا اور کشتیوں میں دریا عبور کیا۔ ہمایوں کی بہن گلبدین بیگم لکھتی ہیں کہ بخشو بلوچ نے بڑی فیاضانہ اعانت کی۔ اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔[28]

بخشو بلوچ کا شمار میر چاکر رند کے امراء میں ہوتا تھا کیونکہ اس دور میں ملتان میں میر چاکر رند کی حکومت قائم تھی اور ملتان میں لنگاہوں کی حکومت کمزور پڑ چکی تھی۔ لنگاہ بادشاہ ملتان کے لوگوں پر ظلم کرتا تھا اور جسے چاہتا قتل کر تا تھا۔ ان مظالم کی وجہ سے ملتان کے لوگ مشتعل ہوگئے اور انہوں نے بابر شاہ کو ملتان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ بابر شاہ نے شاہ حسین ارغون کو ملتان پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شاہ حسین ارغون نے بابر کی ایما پر ملتان پر قبضہ کر لیا۔ مؤرخ کے مطابق جیسے ہی ملتان مرزا کامران (بابر کے بیٹے) کے قبضے میں آیا، میر چاکر رند نے جو عرصہ دراز سے ملتان پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا، بلا تاخیر مرزا کامران کے نائب پر حملہ کر کے اسے مار بھگایا اور ملتان پر اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا اور اپنے بیٹے میر میران کو اس کا گورنر مقرر کر دیا۔ 1527 کو جب میر چاکر خان رند نے ملتان پر قبضہ کیا تو ان دنوں بابر صوبہ بہار کی مہمات میں الجھا ہوا تھا، اس لیے میر چاکر رند کو ملتان پر حکومت کرنے کا موقع مل گیا۔[29]

مغل دور سے لے کر شیر شاہ سوری کے دور تک ملتان پر میر چاکر رند کی حکومت رہی۔ ملتان میں ہمایوں کی مدد کے بعد، شیر شاہ سوری کے دور میں، اس کے جنرل ہیبت خان نیازی نے ملتان پر قبضہ کرنے کے لیے میر چاکر رند کے بیٹے میران کو شہید کر دیا۔ اس طرح ملتان اور راس کے مضافات میں تقریباً پندرہ سال تک میر چاکر خان رند کی حکومت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

جب ملتان میر چاکر کے ہاتھ سے نکلا تو دودائی بلوچوں نے شیر شاہ سوری کی اطاعت قبول کر لی۔ پنجاب کے بیشتر علاقوں پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ میر چاکر خان رند نے محسوس کیا کہ اب اپنے بیٹے شیہک اور میراں کی شہادت کے بعد ہندوستان کو فتح کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے اس لیے اس نے ہمایوں سے برابر کی خط و کتابت شروع کر دی۔ ہمایوں اس وقت جلاوطن تھے۔

بلوچ منظوم روایت کے مطابق جب میر چاکر خان رند کو اطلاع ملی کہ ہمایوں ایران کی طرف جا رہے ہیں تو میر چاکر خان

رند ایک برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ دوران ملاقات میں میر چاکر نے شاہ ہمایوں کو یہاں سے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ تمام بلوچ قبائل تمہیں تخت و تاج دلانے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیں گے۔ جس کے جواب میں ہمایوں نے میر چاکر خان رند کی بہادری کو سراہتے ہوئے کہا کہ ہمیں بلوچ سرداروں سے بھی یہی امید تھی لیکن ہم نہیں چاہتے کہ بلوچ قبائل ہم پر اس قدر احسان کریں کہ ایک بہت بڑی سلطنت سے ہماری خاطر ٹکرائیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ انشاء اللہ وقت آنے پر ہم آپ سے ضرور مدد لیں گے۔

میر چاکر خان رند کو امید تھی کہ ہمایوں بہت جلد آئے گا اور ہم اس کے ساتھ مل کر دشمن کو قرار واقعی سزا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میر چاکر رند نے سوری حکومت کے نااہل جانشینوں کے دور میں جنگی تیاریاں شروع کی، اس نے ملتان سے دیپالپور کا دورہ کیا اور بلوچوں کے لیے خوراک کا ایسا ذخیرہ جمع کیا، تاکہ جنگ کے دنوں میں خوراک کا فقدان پیدا نہ ہو۔

بعض روایات کے مطابق میر چاکر خان رند خود ایران گئے اور شہنشاہ ہمایوں سے ملاقات کی اور اسے ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔[30]

میر چاکر نے انہیں یقین دلایا کہ صرف چند روز میں وہ شہنشاہ کی مدد کے لئے پچاس ہزار سواروں کا لشکر فراہم کر سکتا ہے۔ جب 1555ء میں ہمایوں نے دہلی پر حملہ کیا تو اُس وقت شیر شاہ سوری کے جانشین سکندر شاہ کی حکومت تھی۔ میر چاکر خان رند چالیس ہزار کا لشکر جرار کے ساتھ ہمراہ تھا۔ سکندر شاہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج اور بے شمار ہاتھی لے کر مقابلہ پر نکلا تھا اس جنگ میں میر چاکر خان رند کی ہمشیرہ بی بی باڑی بیگم نے بلوچوں کے لشکر کو ہمت دی، بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ بلوچ لشکر میں میر چاکر خان رند کا بیٹا شہداد رند سب سے آگے تھا۔ لشکر کا سربراہ میر چاکر خان رند تھے۔ بوڑھا ہونے کے باوجود باہمت اور بہادر تھا۔ انہوں نے اپنے لشکر کو عام حملہ کا حکم دیا اور بلوچوں کو فرمایا کہ اگر تم نے شکست کھائی تو کون سا منہ لے کر وطن کو لوٹیں گے۔

میر چاکر نے انہیں یقین دلایا کہ وہ چند ہی دنوں میں شہنشاہ کی مدد کے لیے پچاس ہزار گھڑ سواروں کی فوج فراہم کر سکتے ہیں۔ جب ہمایوں نے 1555 میں دہلی پر حملہ کیا تو یہ شیر شاہ سوری کے جانشین سکندر شاہ کے زیرِ اقتدار تھا۔ میر چاکر خان رند چالیس ہزار کا لشکر لے کر جرار کے ساتھ ہمراہ تھے۔ سکندر شاہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج اور بے شمار ہاتھی اس جنگ میں لڑنے گئے۔ اس بڑی جنگ میں میر چاکر خان رند کی بہن بی بی بندی بیگم نے بلوچ لشکر کو بہت ہمت دی۔ بلوچ لشکر میں میر چاکر رند کا بیٹا شہداد رند سب سے آگے تھا، جس کا سربراہ سردار میر چاکر خان رند تھے جو بوڑھے ہونے کے باوجود بہادر اور دلیر تھے۔ اس نے اپنی فوج کو عام حملہ کرنے کا حکم دیا اور بلوچوں سے کہا کہ اگر تم ہار گئے تو کس منہ سے وطن لوٹو گے؟

اس جنگ میں سات ہزار افغان بلوچوں کے ہاتھوں دہلی کی دیواروں کے نیچے مارے گئے۔ افغانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ سکندر سوری ہمالیہ پہاڑ کو بھاگ گیا۔ ہمایوں نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔[31]

اس جنگ میں رندوں کے صرف تین سو جوان شہید ہوئے۔ لیکن بلیدی زیادہ شہید ہوئے۔ میر شہداد رند نے بڑی ہمت اور حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ بالآخر بلوچوں کی مدد اور کوششوں سے ہمایوں دوبارہ دہلی کا شہنشاہ بن گیا۔ مگر ہمایوں کو زیادہ وقت حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ موت نے اُسے آن لیا، وہ سیڑھیوں سے نیچے گر کر 1556 میں انتقال کر گئے۔

ہمایوں نے میر چاکر خان رند کے تعاون کا اس انداز میں شکریہ ادا کیا کہ دہلی سے آگرہ تک کا درمیانی علاقہ اُسے انعام کے طور پر دیا۔ اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ ستگھرہ کا علاقہ ہمایوں نے بطور انعام دیا۔ جہاں تک ستگھرہ کی بات ہے تحقیق کے مطابق میر چاکر خان رند شیر شاہ سوری کے دور میں ستگھرہ کا حاکم تھے۔ ستگھرہ کے علاقے کو میر چاکر خان رند نے اپنی قابلیت سے حاصل کیا۔ شیر شاہ کے دور میں ہیبت خان نے میر چاکر خان رند سے ستگھرہ میں ملاقات کی۔ مورخ بھی اسی طرح لکھتا ہے کہ؛

ہمایوں نے میر چاکر خان رند کو انعام کے طور پر دہلی اور آگرہ کے درمیان کا علاقہ دے کر اس کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔ اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ ستگھرہ کا علاقہ ہمایوں نے بطور انعام دیا تھا۔ جہاں تک ستگھرہ کی بات ہے، اس تحقیق کے مطابق شیر شاہ سوری کے دور میں میر چاکر خان ستگھرہ کا حکمران تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ستگھرہ کا علاقہ میر چاکر خان رند نے اپنی قابلیت سے حاصل کیا تھا۔ کیونکہ شیر شاہ کے دور ہی میں ہیبت خان نے ستگھرہ میں میر چاکر خان رند سے ملاقات کی تھی؛

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمایوں نے جنگ میں فتح کے بعد دہلی سلطنت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس سے بہت پہلے میر چاکر ستگھرہ کی جاگیر کا مالک بن چکا تھا۔[32]

میر چاکر خان رند نے بلوچی کی بات رکھی اور جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔ اس نے ہمایوں کو تخت دینے میں اس کا ساتھ دیا۔ سردار چکر رند (چاکر رند) شیر شاہ کے سوری خاندان کے بعد تک زندہ رہے۔ اس نے ہندوستان کو دوبارہ فتح کرنے اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے میں مغلوں کی بہت مدد کی۔[33]

میر چاکر خان رند کی وفات کے بارے میں مختلف مورخین کی مختلف آراء ہیں۔ میر چاکر خان رند اگر میر جلال الدین اکبر کے دور میں زندہ ہوتے تو اس شخصیت کے کئی نہ کئی تذکرے ضرور ملتے۔ ہمایوں کے دور کے بعد ہمیں میر چاکر خان رند کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس تحقیق کے مطابق میر چاکر خان رند کا انتقال 1556 میں ہوا ہوگا اور موت کے وقت وہ کافی عمر رسیدہ تھے۔

خلاصہ بحث

میر چاکر خان رند بلوچ تاریخ کی ایک ممتاز شخصیت ہیں جنہوں نے 14ویں صدی میں بلوچستان میں سیاسی اور جنگی میدان میں منفرد کردار ادا کیا۔ وہ ایک سیاسی رہنما اور جنگجو تھے جنہوں نے بلوچستان کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا۔ میر چاکر خان رند نے مختلف اقوام اور قبائل کے ساتھ اتحاد قائم کرتے ہوئے سیاسی منظر نامے پر مہارت سے تشریف لیے۔ انہوں نے بہادری اور حکمت عملی کے ساتھ اپنی افواج کی قیادت کی اور حریف جاگیرداروں کے اقتدار کو چیلنج کیا۔ میر چاکر رند اور لاشار بلوچ قبائل ایرانی بلوچستان سے ہجرت کر کے مکران میں آباد ہوئے، جہاں سے وہ بلوچستان کی حکومت کی بنیاد رکھنے کے لئے کام کرنے شروع کیا۔ رند اور لاشاری قبائل بلوچوں کے اتحاد کے دو مضبوط ستون تھے اور ان کی مدد سے بلوچ قبائل متحد ہوئے۔ لیکن خانہ جنگی کی وجہ سے بلوچستان میں میر چاکر رند کی حکومت ختم ہوئی اور بلوچوں کا اتحاد تقسیم ہو گیا۔ میر چاکر رند کی ملتان آمد کے بارے میں بھی ذکر ہے جہاں وہ پنجاب میں نیا وطن بنانے کے لئے آئے۔ وہاں سے انہوں نے بلوچوں کی تعلیم و تمدن کو ترقی دی اور اپنی قوم کو متحد کیا۔ میر چاکر خان رند کا سفر سیاسی و جنگجو کردار، اتحادوں کی تشکیل، قبائل کو متحد کرنے اور دشمنوں کو مقابلہ کرنے کے لئے انہیں بلوچ تاریخ کی ممتاز شخصیت بناتا ہے۔ ان کی حکمت عملی اور کامیابیاں آج بھی نسلوں کو متاثر کرتی ہیں اور قیادت کی پائیدار طاقت، مشکلات کے وقت میں لچک اور عزم کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں۔

میر چاکر رند 1520 میں اپنی خواہشات اور خوابوں کی تعبیر کے ساتھ ہندوستان آئے تھے جو کہ شرمندہ تعبیر نہ ہو

سکے۔ اپنی عظیم فوجی طاقت، بہادری، جنگجوؤں اور جرأت کے باوجود وہ خود ہندوستان کا تخت حاصل نہ کر سکے۔ حاصل نہ کرنے کی وجہ آپس کی نااتفاقی تھی۔ میر چاکر خان رند کے اپنے بلوچ بھائیوں نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ کبھی میر بجار نے اپنی ضد منوانے کے لیے، کبھی میر ہیبتان نے میر چاکر خان رند سے لڑ کر اسے کمزور کیا۔

40 ہزار کی فوج جو ہمایوں کو دوبارہ دہلی کا تخت دلا سکتی ہے، تو اپنے بلوچوں کو کیوں نہیں۔ اگر تمام بلوچ متحد اور یکجا ہوتے تو آج ہندوستان کی تاریخ میں سوریوں اور عظیم مغلوں کی بجائے عظیم بلوچوں کا نام سنہری حروف سے لکھا جاتا۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ آپس کی جنگوں نے انہیں بہت نقصان پہنچایا۔

Reference

[1] Ahmad Akhlaq Qadri, Tarikh o tamuddan -e- Multan (Lahore: Elm o Irfan Publishers, 2011), 62-63
[2] Ahmad Akhlaq Qadri, 155
[3] Dr. Shah Muhammad Mari, Baloch Qom, Ahd -e- Qadim se riyasat ki tashkeel tak (Karachi: Urdu Book Point, 2013), 309
[4] Sajjad Haider Pervez, Multan ki Tarikh tahzib o saqafat, (Lahore: Al-Faisal Nashram, 2007), 10
[5] Sajjad Haider Pervez, p.10
[6] Sajjad Haider Pervez, p.11
[7] Syed Iqbal Ahmad, Balochistan its strategic importance (Karachi: Royal Book compony, 1992), 41-42
[8] Ahmad Akhlaq Qadri, 163
[9] Sajjad Haider Parvez, 11
[10] Maulana Noor Ahmad Faridi, Baloch qom aur uski Tarikh, (Quetta: Balochi Academy, 2014), 179
[11] Mohammad Qasim Farishta, "Tarikh Farishta", 1991, Book Nak Lahore, 678
[12] Qanun go "Sher Shah Suri aur us ka Ahd, (Lahore: Ahad Takhliqar, 1996), 473-474
[13] Sayed Muhammad Shah Bukhari, Baluchistan zamana Qadim se qiyam Pakistan tak, (Quetta: Bukhari Trades, 1987), 208
[14] Sheikh Naveed Aslam "Pakistan ke aasaar qadima, (Lahore: Book Home, 2008), 219
[15] Aseer Abdul Qadir Shahwani, Balochistan ke namwar hastiyan, (Quetta: New College Publications, 2014),15
[16] Qanun go, 477
[17] Sheikh Muhammad Akram, Urdu Kausar, (Lahore: Adara Saqafat, 1997), 24
[18] Sheikh Naveed Aslam, 219
[19] Qanun go, 468
[20] Ahmad Akhlaq Qadri, 169
[21] Sayed Muhammad Shah Bukhari, 154
[22] Syed Iqbal Ahmed, p.43
[23] Sayed Muhammad Shah Bukhari, 154
[24] Maulana Noor Ahmed Faridi, Baloch Qom aur uski Tarikh, (Quetta: Balochi Academy, 2014), 194
[25] Ahmad Akhlaq Qadri, 173
[26] Sayed Muhammad Shah Bukhari, 210
[27] M.S.K Baloch, The Great Balochistan, (Quetta: Balochi Academy, 1965), 193

[28] Gul badeen Begum, Humayun Nama, (Lahore: Sang-e- meel Publications, 1995), 76-77
[29] Ahmad Akhlaq Qadri, 169
[30] Maulana Noor Ahmad Faridi, 206
[31]Maulai Shaidai, Sar Zameen Baloch, (Quetta: United Printers Quetta, 2013), 297
[32] Sayed Muhammad Shah Bukhari, p.208
[33] Qanun go, 477.